جدیدیت اور تنقید: ایک تحقیقی جائزہ

ہارون

Haroon

Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

So many terms of criticism are being used to comprehend the philosophies of analysing creative literary writings. Modernism is an effective term of criticism that shows different trends of literary world. The definition and scope of this term is so vast that it covers all social disciplines of knowledge. In this research article an effort has been made to explore different aspects of this term. It has been accepted as a unique cluster of artistic movements and theories. Urdu criticism has been affected greatly by modernism. It may be known as a point of view of a critic to express his views about the worth of a creative literary writing. Modernism has played vital role for a reader of literature to understand the actual worth of any kind of literature.

جدیدیت کے متعلق مباحث برسوں سے نقادوں اور اہلِ دانش وبینش کی توجہ اور فکر کا محور ومرکز بنے ہوئے ہیں۔ یہ مباحث نیم فلسفیانہ اور نیم سائنسی نوعیت کے ہیں، کیوں کہ ان میں استخراجی (Deduction Method) اور استقرائی طرزِ فکر (Induction Method) کا چلن عام رہا ہے۔ اردو ادب میں تنقید کے اصولوں سے عموماً بے اعتنائی برتی جاتی رہی ہے۔ جس طرح زبان کے اکتساب کے لیے قواعد کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے، اسی طرح تنقید کے ان افکار ونظریات کا کھلے بازوؤں سے خیر مقدم کیا جانا چاہیے تاکہ تنقیدی علم وفلسفے کو تمام تر مخفی توانائی سمیت زیرِ استعمال لایا جا سکے۔

جدیدیت کا لفظ مانوس، عام اور سادہ ہونے کے باوجود اپنے اندر بنیادی اور ضمنی مبہم، پیچیدہ اور ان گنت مفاہیم رکھتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جدیدیت کا تعلق ادب کے ساتھ ساتھ جملہ معاشرتی علوم سے بھی ہے۔ اسے معاشرتی ارتقا اور تہذیبی رجحانات کے تعین میں تاریخی نقطۂ نگاہ سے بہت اہمیت کی حامل سمجھا جاتا ہے۔ جدیدیت کے ادب، معاشرتی ارتقا اور تہذیبی رجحانات سے تعلق کے حوالے سے ناصر عباس نیئر رقم طراز ہیں:

''جدیدیت بہ طور ایک ادبی تحریک کے انیسویں صدی کے آخر میں شروع ہوئی اور بیسویں

صدی میں اس کا رواج اور فروغ ہوا۔مگر معاشرتی سائنسوں اور تہذیبی منطقوں میں اسے سولہویں صدی کے بعد اہمیت ملنا شروع ہوئی، یعنی مغرب میں جب نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا۔ احیاء العلوم کی اس تحریک کا مرکزی وصف یہ تھا کہ مغربی انسان نے دنیا اور خود کو نئے سرے سے اور نئے زاویوں سے سمجھنا شروع کیا تھا۔انسان اور کائنات کی موجودہ تعبیرات پر سوالیہ نشان لگا دیا گیا تھا۔ بلاشبہ یہ ایک عظیم اور دوررس تبدیلی تھی، جس کے پیچھے عرب و یونان کا فلسفہ، ادب اور سائنسی تحقیقات تھیں۔ یوں مغرب کی فکری وتہذیبی زندگی عہد جدید میں داخل ہوئی۔''(۱)

اس مبہم تحریک یا رجحان نے تمام تخلیقی فنون بشمول شاعری، افسانہ، درامہ، مصوری، موسیقی اور فن تعمیر پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔جدیدیت بطور اصطلاح ایک نئی اختراع ہے اور یہ ادب اور تہذیبی ارتقا میں جان ڈالنے والی تحریک ہے۔ یہ تحریک فرانس میں ۱۸۹۰ء تا ۱۹۴۰ء، روس میں انقلاب سیقبل سے ۱۹۴۰ء تک، جرمنی میں ۱۸۹۰ء سے ۱۹۲۰ء تک، برطانیہ میں بیسویں صدی کے آغاز سے ۱۹۳۰ء تک اور امریکہ میں پہلی جنگ عظیم سے پہلے اور درمیان میں غالب حیثیت سے اثر پذیر رہی۔ اس کے مراکز ان ممالک کے دارالحکومت تھے۔ براعظم یورپ کو متاثر کرنے کے بعد اس تحریک نے دوسرے براعظموں کا رخ کیا۔اس تحریک نے وراء واقعیت، ہیئت پسندی اور ''اواں گارڈ'' جیسی تحریکوں کو جنم دیا کچھ ماہرین نیجد یدیت کا تعلق ۱۹۱۴ئسے ۱۹۲۰ء تک کی ایجادات سے جوڑا ہے۔اس حوالے سے منور احمد رقم طراز ہیں:

''اور جہاں تک ادب کا تعلق ہے تو جدیدیت طے شدہ قوانین، روایات اور رسم ورواج کیخلاف بغاوت کر کے کائنات میں انسان کی موجودہ حالت اور افعال وکردار کو مختلف قسم کے تجربات کی شکل میں دیکھنے کا نام ہے۔اس کا خصوصی طور پر تعلق زبان سے ہے کہ اسے کیسے بولا جائے اور کیسے لکھا جائے۔گویا ''ساختیات'' (اصطلاح) بھی جدیدیت کے رجحان سے گہرا تعلق رکھتی تھی اور ہے۔اگرچہ ساختیات کے قدم ۱۹۶۰ء کے بعد اتنی مضبوطی سے جمے نہیں رہے۔تو اس کے بعد ''مابعد جدیدیت'' ایک نئی تحریک کے طور پر اٹھی۔''(۲)

عام طور پر جدیدیت سے مراد نیا پن، انوکھا پن اور اچھوتا پن لیا جاتا ہے۔ یہ ایک نقط ؟ نظر، طرزِ احساس، طرزِ فکر اور پیرایۂ اظہار کی شکل میں اپنی نمود ونمائش کرتی ہے۔ یہ عام ڈگر سے ہٹ کر تخلیق کے لیے نئی اور منفرد راہ کی تلاش کا نام ہے۔ ہر روایت کے آخری سرے پر جدّت موجود ہوتی ہے۔لہٰذا قدامت اور جدت کا شعور ایک گہرے ربط کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ہم عصریت کا جدیدیت سے تعلق زیادہ گہرا نہیں ہوتا۔جدیدیت کی پیمائش کے حوالے سے پروفیسر انور جمال رقم طراز ہیں:

''جدّت کے درجۂ کمال کی پیمائش پہلے سے موجود کسی معیاری عمل کے تواتر سے مشروط ہوتی ہے۔فنی حرکت ہمیشہ اپنے قدیم سرچشموں سے متحد رہتی ہے اور کسی حد تک زمان ومکان سے آزاد بھی رہ سکتی ہے۔جدیدیت کا تعین عالمی تاریخ کے بزرگ تر تخلیقی عہدوں اور رتبوں کے باہمی عمل واثر کے باعث انسانی انداز نظر کی عہد ساز تبدیلیوں سے مشروط ہے۔بالعموم اس اصطلاح کا استعمال اطالوی نشاۃ ثانیہ کی حد اختتام سے شروع ہوتا ہے اور اس کی حقیقی

نہج سائنسی اندازِ فکر نے استوار کی ہے۔ جدت کسی بھی عہد میں شخصی کارروائی کے طور پر قابل شناخت ہوسکتی ہے جب کہ جدیدیت ایک وسیع تر اصطلاح ہے جو بحیثیت کل انسانی فکر کے کائناتی پیمانوں کا اثبات کرتی ہے۔ جدیدیت طرزِ احساس کی تازگی سے عبارت ہے اور اسلوب کے تنوع پر بھی اس کا دارومدار ہے۔''(۳)

ماڈرن کا لفظ لاطینی زبان کے لفظ ''موڈو'' (Modo) سے ماخوذ ہے اور اس کا مطلب لمحہ موجود یا ابھی ہوتا ہے۔ اسی لفظ سے جدیدیت کا لفظ بنا ہے۔ جدید ہو جانے کا ایک مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ خود ہی اپنی ذات کو الگ، منفرد اور جدا سمجھا جائے ان لوگوں سے جو اس سے قبل گزر چکے ہیں۔ جدیدیت کی رنگارنگی سائنس اور ٹیکنالوجی کے اطلاق کی صورت میں نظر آتی ہے۔ جدیدیت کسی باقاعدہ منشور کی قائل نہیں ہے، اسی لیے اس کے تعقلات میں قطعیت کا ہمیشہ سے فقدان رہا ہے۔ اس نے اپنی فکر اور فلسفے کو پروان چڑھانے کے لیے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے اور رفتہ رفتہ پرورش کے مراحل طے کیے ہیں۔ اس نے انفرادیت کو فروغ دیا اور لادینی نظریات کو پروان چڑھایا۔ قرونِ وسطی کے تفکر پر، جدیدیت کا فلسفہ رفتہ رفتہ غالب ہوا اور وسعت اختیار کر گیا۔

مؤرخین ۱۵۰۰ء کے لگ بھگ کے زمانے کو بھی جدید ہی کہتے ہیں کیوں کہ اس عہد میں سرمایہ داریت نے فروغ پایا اور سائنس اور ٹیکنالوجی کا رجحان بڑھا۔ اس صنعتی اور تہذیبی ارتقا نے نئی نئی روایات کو پروان چڑھایا اور طے شدہ طرزِ زندگی کی بنیادیں تک ہلا ڈالیں۔ اب زندگی اور زندگی کے متعلقات کو نئے تناظر میں پرکھا جانے لگا۔ اس تناظر میں کلیسا کی مذہبی اجارہ داری اور جاگیردار طبقے کی سیاسی اجارہ داری کے نظام اور جواز کے متعلق سوالات پیدا ہو گئے۔ اس طرح لبرل سیاسی حکومتوں کے قیام کی راہ ہموار ہوگئی۔ لیکن اس کے نتیجے میں بے رحم سیاسی طاقتوں کا وجود عمل میں آیا۔

روشن خیالی بھی اٹھارھویں صدی میں ایک بڑے ثقافتی پروجیکٹ کے طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ اس کو عصری طرزِ حیات کے متبادل کے طور پر قبول کیا گیا۔ اس سے مطلق العنان بادشاہوں کے سیاسی حاکمیت کے نظریات اور کلیسا کی اجارہ داری کے نظریات کو شدید دھچکا لگا۔ ان دونوں اداروں کو گرفت میں لانا ترقی کا لازمی عنصر سمجھا گیا۔ اسی روشن خیالی نے سیکولرازم اور لبرل ازم کے توسط سے جدیدیت تک کا راستہ طے کیا۔ ڈاکٹر اقبال آفاقی اس کے چند پہلوؤں کا احاطہ یوں کرتے ہیں:

''انیسویں صدی انقلابی دانشوروں کی صدی بھی تھی جس میں بحرانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے عظیم منصوبے اور نظریات پیش کیے گئے۔ ہیگل سے مارکس تک بڑے بڑے نظریہ ساز منظرِ عام پر آئے۔ صنعتی انقلاب اور پھر بعد میں کمیونزم، دونوں نے مل کر صورتِ حال کو تبدیل کر دیا۔ دونوں کو ماڈرنٹی کی تاریخ کی سنگ میل تحریکیں قرار دیا جاسکتا ہے۔ زمانۂ قریب تک ماڈرن سے مراد نئی ٹیکنالوجی، نئے سائنسی انکشافات اور کردار و عمل کے نئے طریقوں کے معنوں میں لیا جاتا تھا۔ ان طریقوں سے بے پناہ امیدیں وابستہ کر لی گئیں۔''(۴)

جدیدیت سے مراد عموماً بہت سی عقلی، تہذیبی اور فنکارانہ تحریکوں کا اجتماع ہے۔ اس کا وجود انیسویں صدی کے وسط کا مرہونِ منت ہے۔ چارلس بادلیر وہ پہلا شخص تھا جس نے جدیدیت کے نظریات کو پروان چڑھایا۔ اشتراکی انقلاب کا نظریہ

جو کارل مارکس نے پیش کیا، جدیدیت ہی کا ایک پہلو تھا۔ مارکسیت دنیا سے سرمایہ داری کے خاتمے اور سائنسی بنیادوں پر معاشرے کی فلاح و بہبود کا ایجنڈا لے کر میدان عمل میں آئی۔ ادب اور آرٹ میں جدیدیت سے متعلقہ بہت سی دیگر تحریکیں بھی وجود میں آئیں جن میں سے تاثریت، ظاہریت، سرئیل ازم، امیجز ازم اور کیوبزم زیادہ اہم ہیں۔ بیسویں صدی کے آغاز میں، ادب اور آرٹ کی دنیا میں ان تحریکوں کی بادشاہت واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے۔ ان تحریکوں کی بدولت علم و ادب اور فن کے حوالے سے نئے نئے نظریات اور کارنامے دیکھنے میں آئے۔ ماڈرن ازم کی بنیاد میں ماڈرنٹی کا کردار ڈاکٹر اقبال آفاقی نے یوں بیان کیا ہے:

> ''ادب وفن میں جدیدیت خصوصی طور پر ناقابل بیان احساس یا جذبے کی آئینہ دار ہے۔ تاہم جدیدیت کی تعریف ہمیشہ ایک متنوع اور متنازع رہی۔ اس کی وجہ اصطلاحات کا کنفیوژن ہے کیوں کہ ماڈرن ازم ماڈرنٹی کی تاریخ میں بہت بعد میں منظر عام پر آیا۔ انیسویں صدی کے درمیان تک ماڈرنٹی اس قدر ہمہ گیریت کی حامل ہو چکی تھی کہ اس کے بنیادی عقائد یعنی ترقی اور ارتقا کے نظریات کو کوئی چیلنج کرنے والا موجود نہیں رہا تھا۔ سب ایک ہی لہر میں بہنے لگے تھے جسے ماڈرنٹی کی لہر کہتے ہیں۔ ماڈرن ازم ان تبدیلیوں کا ردعمل ہے جو تنازعے، تباہی اور انقلاب کے وقوف کو زندہ رکھتی ہیں۔ یہ عناصر ماڈرنٹی اور ماڈر نائیزیشن مین ہمیشہ اہم رہے ہیں۔'' (۵)

جدیدیت انسان کے مزاج میں ابتدائے آفرینش سے موجود رہی ہے۔ اس نقطۂ نظر سے انسان کا ہر وہ عمل جو وہ خود کو ماحول کے مطابق ڈھالنے کے لیے کرتا ہے، جدیدیت کے زمرے میں آتا ہے۔ انسان اپنی بقا اور فلاح کے پیش نظر تغیرات کا مقابلہ کرتا ہے اور پھر تبدیل شدہ حالات سے مطابقت قائم کرنے کے لیے جہد مسلسل اور عمل پیہم سے کام لیتا ہے۔ اس کی یہ جہدللبقا (existence for Struggle) جدیدیت کی ضامن ہے افکار و نظریات تاریخی تناظر میں مختلف مفاہیم کے حامل ہو سکتے ہیں مگر وہ اس تناظر میں جدید ہی کہلائیں گے۔

جدیدیت ایک ثقافتی عمل کے طور پر ہر دور میں موجود رہتی ہے۔ بیسویں صدی میں جدیدیت اس لیے بھی حاوی ڈسکورس ثابت ہوئی کہ یہ صدی غیر معمولی تبدیلیاں ساتھ لے کر آئی تھی۔ تبدیلی کا سامنا کرنے کیلیینیالائح؟ عمل اختیار کرنا پڑتا ہے۔ حالات سے مفاہمت کرنے کے لیے ایک نئے ذہنی رویے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ جس طرح ثقافت ایک مسلسل تخلیقیت کا عمل ہے اسی طرح جدیدیت ایک اختراع پسندانہ ذہنی عمل اور رویے کا نام ہے۔ ہر دور ایک حاوی فکر کے تحت اپنا ثقافتی عمل جاری رکھتا ہے۔ جدیدیت بھی ایک دور میں حاوی فکر کے طور پر موجود رہی۔ اس دور کے ہر عمل، روّیے اور ادارے کی کارکردگی کو اسی فکر کی روشنی میں پرکھا گیا۔ جدیدیت کے دائرُ؟ کار کی وضاحت کرتے ہوئے ناصر عباس نیرّ رقم طراز ہیں:

> "جدیدیت فقط ایک ادبی اصطلاح اور ادبی تحریک/ رجحان نہیں۔ جدیدیت (حاوی فکر ہونے کے ناطے) دیگر ثقافتی اور عملی منطقوں میں بھی سرگرم عمل رہی ہے اور اس طرح جدیدیت کے ایک سے زیادہ دائرے(O) وجود میں آئے ہیں۔ ہمہ گیریت (Modernity)، تجدیدکاری (Modernization)، جمالیاتی جدیدیت

(Modernism)۔''(۶)

تخلیقی و جمالیاتی روّیے ایک ہمہ گیر فلسفیانہ، سیاسی، معاشرتی اور تہذیبی ڈھانچے کے عکّاس ہوتیہیں۔ مارکسیت بھی ایک دور میں حاوی فکر کے طور پر ادب وثقافت کے ہر پہلو پر راج کرتی رہی۔ مارکسیت نے ادب وفن کی بنیاد بھی معیشت کو قرار دیا۔ مارکسیت نے مذہب اور فلسف؟ حیات کو بھی متاثر کیا۔ اسی سے سائنسی عقلیت پسندی، سیکولرازم اور اانسان دوستی کے کلچر کو بڑھاوا دینے میں مدد ملی۔ انسان نے مذہبی تصور انسانیت کے بجائے اپنے ادراک کی بنیاد پر انسانی وقار و مقام کا تعین کرنے کی سعیِ لاحاصل کی۔ جدیدیت کی تحریک میں روشن خیالی اور ہیومنزم کا فلسفہ اپنی پوری شان وشوکت اور دبدبے سمیت موجود رہا ہے۔ روشن خیالی کی تحریک کے علمبرداروں کا بنیادی فلسفہ یہ تھا کہ اس تحریک کی مدد سے دنیا میں موجود ناپسندیدہ عناصر جیسے: توہمات، درندگی، جہالت، ناانصافی اور انسانیت کی تذلیل کا خاتمہ ممکن ہو جائے گا۔ یہاں پر فرانس کے وولتیر (Voltaire)، ڈی۔ڈو (Didort) اور جرمنی کے لیبنز (Leibniz) اور کانٹ (Kant) کو بہ طور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔

ہیومنزم میں شعور اور تعقل کو قابل دسترس قرار دیا گیا۔ سائنس اور صداقت کو ہم معنی قرار دیا گیا۔ سائنس کو انسانی ترقی اور ارتقا کا ضامن کہا گیا۔ عقل کو مختار کل کی حیثیت سے نوازا گیا۔ ہیومنزم کیبہ طور حاوی محرک کے حوالے سے ناصر عباس نیئر رقم طراز ہیں:

> "ہیومنزم (یا جدیدیت) کے یہ وہ مقدمات ہیں جو جدید مغربی معاشرت کی بنیادی اور گہری ساخت کے طور پر کارفرما رہے ہیں۔ مغربی جمہوریت، سائنس، فلسفہ، اخلاقیات اور جمالیات اسی ساخت یا (e'm'Episte) کی کارکردگی کا مظہر ہیں۔ انھیں جدیدیت کے مہابیانیے بھی کہا گیا ہے۔ ڈارون (Darwin Chares) کا نظریۂ ارتقا، مارکس (Karl Marx) کی جدلیاتی معاشی تھیوری اور فرائیڈ (Freud Sigmund) کا انسانی سائیکی کا ماڈل دراصل جدیدیت کے مہابیانیے ہیں۔ ان سب میں قدر مشترک یہ ہے کہ یہ کلیت اور آفاقیت کا دعوٰی کرتے ہیں۔''(۷)

نظریۂ ارتقا، مارکسی تھیوری، فرائیڈ کی نفسیاتی تھیوری اور مغربی جمہوریت، جدیدیت کی تحریک کے پرتو ہیں۔ جدیدیت کے اس ماڈل کو مغرب کے نوآبادیاتی نظام کا دستِ تعاون آغاز ہی سے حاصل رہا۔ یہ تحریک بظاہر تو انسانیت کے دکھوں کا مداوا کرتی ہوئی دکھائی دیتی تھی مگر یہ سب کچھ ایک فریب نظر کے سوا کچھ نہ تھا۔ پہلے احیاء العلوم کی تحریک، پھر روشن خیالی کی تحریک نے مغربی تہذیبی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس کا اثر مصوری، موسیقی، آرکیٹیکچر، ادب الغرض زندگی کے ہر شعبے پر گہرا تھا۔ اس تحریک کی وسعت کسی ایک براعظم تک محدود نہ رہی۔

اردو میں نئے علمی نظریات اور تہذیبی تغیرات کو اپنانے کیچلن کا آغاز انیسویں صدی کے آخر میں ہوا۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد اس تحریک کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ ہندوستانی تہذیب وتمدن اور معاشرت وثقافت پر مغربی علوم وفنون اور فکر وفلسفے کیاثرات مرتب ہونا شروع ہوئے۔ برصغیر کے نقطۂ نگاہ سے اس فکر ونظر کو جدیدیت کا نام دیا گیا۔ مغرب کے سیاسی، فکری، علمی اور تہذیبی وثقافتی برتری کے اثرات یہاں کیا فکار ونظریات اور علم وفن کو جڑوں سے اکھیڑنے لگے۔ اس موقعے پر سرسید احمد خان جیسے عظیم لوگ قوم کی کشتی کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے میدان عمل میں آئے۔ سرسید نے جدیدیت کی بنیاد مشرقی روایات کے انہدام اور انقطاع پر رکھی(۸)۔ آپ نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد سے ۱۸۸۸ء تک ہندوستانی

مسلمانوں کی سماجی، تعلیمی اور ادبی زندگی کے شعبوں میں بھرپور رہنمائی کی۔ یہ رہنمائی ایک لحاظ سے سمت نمائی تھی۔ سرسید احمد خان کیا رادوں کے حوالے سے ناصر عباس نیئر رقم طراز ہیں: اگر ہم اپنی اصلی ترقی چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی مادری زبان تک کو بھول جائیں۔ تمام مشرقی علوم کو نسیاً منسیاً کر دیں، ہماری زبان یورپ کی اعلیٰ زبانوں میں سیا نگلش یا فرنچ ہو جائے، یورپ ہی کی ترقی یافتہ علوم دن رات ہمارے دست حال ہوں۔ ہمارے دماغ یورپین خیالات سے (بجز مذہب) لبریز ہوں(۹)۔ سرسید احمد خان نے مذہب کو انگریزی اثرات سے محفوظ رکھنے کی بات ضرور کی مگر خود انھوں نے مذہبی عقائد کی تعبیر مغربی علوم کی روشنی میں کی۔ آپ کا طرز فکر عقلیت اور مادیت پر استوار تھا۔ اس طرح سرسید (Modernization) سے زیادہ Westernization کے حامی اور قائل تھے۔ یوں زندگی کو مغربی فلسفۂ زندگی کی روشنی میں دیکھنے کا نام جدیدیت سمجھ لیا گیا۔ ان نظریات کو حالی اور آزاد سمیت بیشتر نقادوں نے جدیدیت اور فن و ادب کی ترقی و ارتقا کے لیے ضروری تصور کیا۔ تنقید میں امداد امام اثر نے مغربیت اور جدیدیت کے فرق کو برقرار رکھا۔ اقبال بھی مذہب کو سائنسی بنیادوں پر سمجھنے اور پرکھنے کے قائل تھے۔

درحقیقت جدیدیت کی خاطر پرانے ادبی اور ثقافتی پیکروں کی جگہ نئے پیکر ابھرتے ہیں۔ جدیدیت کے اس دور میں زندگی کی معنویت اور وجود کی غرض و غایت کو سمجھنا انتہائی مشکل ہو چکا ہے۔ جدیدیت نے انسان کی مادی ترقی میں تو کافی حد تک مدد کی ہے مگر اسے افسردہ کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جدیدیت نے شخصی تجربے، انفرادی لہجے اور اسلوب کو ترجیح دی۔ لیکن اردو میں جدید رجحانات کی آمد کے ساتھ ساتھ روایت کے ساتھ جڑے رہنے کو بھی ترجیح اور اہمیت حاصل رہی۔

جدید اردو تنقید کی روایت کی بحث ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کے اثرات سے منسلک ہے۔ ایلیٹ کا ''روایت اور انفرادی صلاحیت'' والا مضمون جو ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا(۱۰)، اس حوالے سے زیادہ شہرت رکھتا ہے۔ روایت اور جدیدیت کے انسلاک سے ایسے تنقیدی اور فکری نظریات قائم کرنے میں مدد ملتی ہے جن سے ماضی اور حال کے تمام ادب کو ایک وحدت کے طور پر دیکھنے کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ اس تناظر میں وہ ادب تخلیق پاتا ہے جس میں شخصیت کی قربانی اور انفرادیت کا اثبات موجود ہوتا ہے۔ فن کو خود پر ترجیح دی جاتی ہے اور روایت سے وابستگی کو ایک انفرادی اور شعوری معاملہ سمجھا جاتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نیئر، ناصر عباس، جدید اور مابعد تنقید، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۴ء، ص:۱۹

۲۔ منور احمد، مترجم: جدید تنقیدی اصطلاحات، از جے۔ اے۔ کڈن، منڈی بہاؤالدین: حجاب کالج، ۲۰۱۷ء، ص:۸۵

۳۔ انور جمال، پروفیسر، ادبی اصطلاحات، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۹ء، ص:۹۰

۴۔ اقبال آفاقی، ڈاکٹر، مابعد جدیدیت، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۶ء، ص:۸۵

۵۔ ایضاً، ص۸۳

۶۔ نیئر، ناصر عباس، جدید اور مابعد جدید تنقید، ص:۲۳۔۲۲

۷۔ ایضاً، ص:۲۶

۸۔ ایضاً، ص:۲۵۵

۹۔ ایضاً، ص:۳۵۵

۱۰۔ ایضاً، ص:۴۰۰